بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

حیات انسانی کا آغاز وارتقاء اسلامی نظریات کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

ڈائریکٹر سیرت چیئر ,اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اسلام دین فکر وعمل ہے۔اس میں تدبر وتفکر کی دعوت دی گئی ہے۔حضرت انسان کو کائنات اور اپنی ذات کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد مقامات پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق اولم یکف بربك انه علی کل شیءٍ شهید (۱)(عنقریب ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کو اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے)۔

علوم کی دو اقسام ہیں ایک علوم نقلی جو واضع سے نقل کئے جاتے ہیں اور جن کا منبع وحی الٰہی ہے۔جیسے قرآن وحدیث دوسری قسم عقلی یا طبعی ہے جن سے انسان اپنی عقل وفکر سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کا ذریعہ حواس انسانی ہیں(۲)۔

علوم عقلی وطبعی جنہیں علوم حکمیہ بھی کہا جاتا ہے انسان کے تجربات ومشاہدات کا حاصل ہیں۔ انسان اپنے حواس کے ذریعے ان موضوعات ومسائل اوران کی تعلیم کے طریقوں پر راہ پاتا ہے۔حتیٰ کہ انسان کو اس کی فکر ونظر ان علوم سے آگاہ کر دے اور غلط وصحیح بھی بتلا دے،ان علوم کو اصطلاحاً سائنس کہا جاتا ہے۔لغوی اعتبار سے سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جو سائنشیا (scientia) سے ماخوذ ہے۔جس کے معنی علم کے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق سائنس کسی ایسے فیصلہ کن امر کی تلاش کا نام ہے جس کے بارے میں ہمہ گیر تائید حاصل کی جا سکے(۳)۔ سائنس تصورات اور تصوراتی منصوبوں کا ایک مربوط سلسلہ ہے جس نے تجربات ومشاہدات کے نتائج میں نشو وارتقاء حاصل کیا اور اس سے مزید تجربات و مشاہدات بارآور ہوئے(۴)۔

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں سائنس کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے۔''سائنس کی اصطلاح کا اطلاق عموماً کسی مربوط علم یا منظّم قوانین کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔خصوصاً ایسے نظاموں پر جن

کے قوانین کو ہمہ گیر تائید حاصل ہوتی ہے یا وہ بدرجہ کمال کو پہنچ چکے ہیں (۵)۔

یعنی سائنس ان طبعی قوانین کا علم ہے جو حقائق کے مشاہدے و تجربے اور ان سے ماخوذ و مرتب نتائج پر مبنی ہے۔ اسے ہم مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں:

۱۔ سائنس ایک علم ہے۔
۲۔ سائنس کا طریقِ کار مشاہدات و تجربات اور انضباط اشیاء پر مشتمل ہے۔
۳۔ سائنس کا مقصد مادی وسائل سے استفادہ اور نوع انسانی کا فائدہ ہے۔

علم وحی اور علم سائنس:

۱۔ سائنس کی بنیاد مفروضات پر قائم کی جاتی ہے۔
۲۔ سائنسی تجربات و مشاہدات وقت اور زمانے کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔
۳۔ سائنسی نتائج معین اوقات میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں اور بسا اوقات جدید نظریات قدیم نظریات کو رد کر دیتے ہیں۔
۴۔ سائنسی تجربات و مشاہدات کے محرکات میں انسان کا اپنا علم اور تجربہ ہوتا ہے جو قیاسی اور ظنی ہے۔ جسے حتمی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں تغیر و تبدل رونما ہوتا ہے۔

جبکہ وحی کا علم ٹھوس دلائل پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ ہر دور اور ہر زمانے میں تغیر و تبدل سے ماوراء ہوتا ہے۔ یہ کہ اللہ کے علم و حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ جو پوری کائنات اور آفاق پر محیط ہے۔ اس کی بنیاد مفروضات پر نہیں بلکہ حقائق پر ہوتی ہے۔ سائنس وحی کی تعلیمات کی تصدیق کرتی ہے جیسا کہ بحث میں ثابت کیا جائے گا۔

انسانی افزائش نسل اسلام اور سائنس

(Human Reproduction, Islam and Science)

مورلیس بکائے اپنی مشہور تصنیف **The Bible, The Quran and Science** میں لکھتا ہے:

From the moment ancient human writings enter into detail(however slight) on the subject of reproduction, they inevitably make statements that are inaccurate. In the Middle Ages and even in more recent time

reproduction was surrounded by all sorts of myths and superstitions. How could it have been otherwise, considering the fact that to understand its complex mechanisms, man first had to possess a knowledge of anatomy, the discovery of microscope had to be made, and the so-called basic sciences had to be founded nurture physiology, embryology, which were to obstetrics, etc.

The situation is quite different in Quran. The Book mentions precise mechanisms in many places and discribes clearly-defined stages in reproduction, without providing a single statement marred by inaccuracy. Everything in the Quran is explained in simple terms which are easily understandable to man was to be discovered much and in strick accordance later on.

Human reproduction is referred to in several dozen verses of the Quran, in various contexts. It is explained through statements which deal with one or more specific points. They must be assembled to give a general idea of the verses as a whole, and here, as for the other subjects already examined, the commentary is in this way made easier(6).

(جس لمحہ سے قدیم انسانوں کی تحریروں میں افزائش نسل کے موضوع پر لکھنے کا سلسلہ شروع

ہوا ہے(خواہ وہ کتنا ہی قلیل تھا) اس وقت سے ان میں ایسے بیانات سامنے آتے رہے جو غیر صحیح ہیں۔قرون وسطی میں- اور نسبتاً جدید زمانہ میں- افزائش نسل کا موضوع تمام قسم کے اساطیر اور توہمات میں گھرا رہا ہے۔اس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔ جب ہم اس حقیقت کو دیکھتے ہیں کہ اس کی انتہائی درجہ کی پیچیدہ میکانیات کو سمجھنے کے لیے انسان کے لیے ضروری تھا کہ وہ تشریح بدن سے واقفیت حاصل کرتا۔ اس کے لیے خوردبین کی دریافت ضروری تھی۔اور پھر اس کے لئے ان نام نہاد بنیادی سائنسوں کی اساس قائم ہوتی جو عضویات اور جینیات ترقی دیتیں۔

قرآن کریم میں کیفیت اس سے قطعاً مختلف ہے۔ یہ کتاب بہت سے مقامات پر صحیح میکانیات کو بتاتی اور افزائش نسل کے واضح مدارج کو بیان کرتی ہے جس میں کسی ایک مقام پر بھی غیر صحیح ہونے کا امکان نہیں،قرآن میں ہر بات آسان لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو انسان کے آسانی سے سمجھ میں آنے والی ہے اور اس چیز سے پورے طور پر مطابقت رکھتی ہے جس کی دریافت بہت بعد میں ہونے والی تھی۔انسان کی افزائش نسل کا واقعہ قرآن مجید کی کئی آیات میں دیا گیا ہے اور مختلف سیاق و سباق کے ساتھ ہے۔اس کی تشریح ایسے بیانات کے ذریعے ہوئی ہے جن میں ایک بار زیادہ مخصوص نکات کا تذکرہ ہے۔تمام آیات کا مجموعی تصور دلانے کے لیے ان بیانات کو یکجا کرنا پڑے گا اور اس طرح جیسا کہ دوسرے مضامین کے سلسلے میں پیشتر دیکھا جاچکا ہے ان پر رائے زنی کرنا آسان ہوگا)۔

وہ اپنی اسی تصنیف میں (رحم کے اندر جنین کا ارتقاء) **Evolution of the embryo inside the uterus** کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

The Quranic description of certain stages in the development of embryo corresponds exactly to what we today know about it, and the Quran does not contain a single statement that is open to criticism from modern science(7).

(جنین کے بڑھنے اور ترقی کرنے کے بعض مدارج کا قرآنی بیان پوری طرح ان معلومات سے مطابقت رکھتا ہے جو اس کے بارے میں آج ہمیں حاصل ہیں اور قرآن کریم میں ایک بھی بیان ایسا نہیں جو جدید سائنس کے لحاظ سے تنقید کی زد میں آسکے)۔

مولانا ابوالکلام آزاد سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۱۲-۱۴ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: در اصل پیدائش حیوانات کے بارے میں، گذشتہ دو ہزار سال تک، انسانی علم کی پرواز اسی حدتک رہی۔ کہ علم ونظر کی تمام شاخوں کی طرح علم جنین (Embryology) کا بھی ارسطو ہی کی تحقیقات پر دارومدار تھا۔ سترھویں صدی میں جب خوربین کی ایجاد نے ایک خاص حدتک ترقی پائی تو پرندوں کے انڈوں کا خورد بینی مطالعہ شروع ہوا اور بتدریج ایک نئے نظریے کی بنیاد پڑی جسے اس وقت نظریہ ارتقاء سے تعبیر کیا گیا۔ لیکن اب اسے نمو و بروز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی Preformation theory سے، اس نظریہ کا ماحصل یہ تھا کہ اصل پیدائش جنس اناث کا بیض (ova) ہے۔ جنین پر تطورات کی کوئی نئی حالت طاری نہیں ہوتی بلکہ بیض میں جو کامل وجود موجود ہوتا ہے، وہی کھلنے اور بڑھنے لگتا ہے۔ مثلاً انسان کے تخم حیات میں ایک کامل انسان اپنے تمام خارجی وداخلی اعضاء کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ لیکن اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ خوردبین سے بھی اس کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کامل و متشکل ذرہ وجود کا بڑھ جانا، نطفہ کا انسان بن جانا ہے(۸)۔

جنینیات کی سائنسی تحقیق پر مورلیس بکائے یوں رقمطراز ہے:

The most fundamental stages in history of embryology was Harvey's statement(1651A.D) that "all life intially comes from an egg". At this time however, when nascent science had nevertheless benefited greatly(for the subject in hand) from the invention of micro scope, people were still talking about the respective roles of the egg and the spermatozoon. Buffon, the great naturalist, was one of those in favour of the egg theory but Bonnet suported the theory of seeds being, packed together; the overies of eve, the mother of human race, were supposed to have contained the seeds of all human beings packed together one inside the other. This Hypothesis came

into favorin Eighteenth century.

More than thousand years before our time, at a period when whimsical doctrines still prevailed, men had a knowledge of the Quran. The statements it contains express in simple terms truths of primordial importance which man has taken centuries to discover(9).

(جنینیات کی تاریخ میں انتہائی بنیادی مرحلہ ہاروے کا یہ بیان تھا (1651ء) کہ" جملہ حیات کی ابتداء بیضہ سے ظہور پاتی ہے"۔ لیکن اس وقت بھی جب پیدائش سے متعلق سائنس نے بہت کچھ خوردبین کی ایجاد سے فائدہ اٹھالیا۔ لوگ بیضہ اور حیوان منویہ کے انفرادی کردار پر گفتگو کرتے نظر آتے تھے عظیم ماہر حیوانات ونباتات 'بفون' ان لوگوں میں سے تھا جو بیضہ کے نظریے کے حامی تھے لیکن 'بونٹ' نے تخموں کے باہم ملاپ کے نظریہ کی حمایت کی، یہ خیال تھا کہ اماں حوا کی۔ جو جملہ نسل انسانی کی ماں تھیں- بیضہ دانیوں میں تمام انسانوں کے تخم موجود تھے۔ جو ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے تھے۔ اس نظریہ کی حمایت اٹھارہویں صدی تک ہوتی رہی۔

آج سے ایک ہزار سال پہلے جب یہ توہماتی ضوابط رائج تھے لوگوں کو قرآن کی معلومات حاصل تھیں۔ اس میں جو بیانات شامل ہیں۔ ان سے نہایت سادہ الفاظ میں بنیادی اہمیت کے ان حقائق کا اظہار ہوتا ہے جن کی دریافت میں انسان نے صدیاں لگادیں)۔

مولانا ابو الکلام لکھتے ہیں کہ 1690ء میں ایک ڈچ عالمِ خوردبینی لیون ہاک (Leenwen Hock) نے جنس رجال کے مادہ منویہ کے جراثیم کا انکشاف کیا تو ایک گروہ پیدا ہو گیا جس نے بیض اُناث کی جگہ جراثیم منویہ کو اصل حیات قرار دیا۔ تاہم اس رائے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کہ جنین پر تطوّر کی نہیں بلکہ محض بروز ونمو کی حالت طاری ہوتی ہے۔ اٹھارہویں صدی کے وسط تک یہی رائے وقت کی مقبول ومعتمد رائے رہی یہاں تک کہ 1759ء میں ایک جرمن محقق فریڈرک ولف نے یہ نظریہ غلط ٹھہرایا۔ اور تولید وتطور کے اصل پر زور دیا پھر 1817ء میں پانڈر نے اور 1828ء میں بیر نے اسے مزید ترقی دی۔ اس کے بعد۔ سے اسی رُخ پر تحقیق کے قدم اٹھنا شروع ہوگئے (۱۰)۔

جب1859ء میں ڈارون کی کتاب اصلیت انواع (Origin of species by means of Natural Selection) شائع ہوئی تو اس نے علم کے اس گوشہ میں ایک نئی روشنی مہیا کردی اور انیسویں صدی کے آخری سالوں میں ارنسٹ ہیکل(Ernst Hacckel) کے ہاتھوں یہ تحقیقات تکمیل تک پہنچ گئیں(۱۱)۔ اب علم الجنین کا ہر گوشہ نظریوں اور قیاسوں کے سہاروں کا محتاج نہ رہا۔اور جو کچھ ہے تمام تر استقراء اور مشاہدات پر مبنی ہے۔یہ اب فلسفہ کی بحث و تجزیے کا محتاج نہیں کیونکہ خود علم کی ایک حقیقت ہے۔اس باب میں سب سے زیادہ معتمد خود ارنسٹ ہیکل کی دو کتابیں: تخلیق کی فطری تاریخ (Natural History of creation)اور انسان کا ارتقاء(Evolution of Man)ہیں(۱۲)۔

ڈارون نے Evolution from embryology کے ذریعے یہ نظریہ پیش کیا There is the variation between the organism of the same population(13).

رنگ،نقوش اور قد وقامت کے لحاظ سے انسانوں میں تغیر پایا جاتا ہے۔بعد کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ تبدیلی یا اختلاف موروثی ہے۔اور نا قابل اختتام پذیر ہے۔جدید نظریہ کے مطابق خاندانی بیماریاں بھی اس وجہ سے منتقل ہوئی ہیں۔

اگرچہ ڈارون کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ variation کیوں ہوتی ہے؟

قرآن کریم نے اس اختلاف رنگ ونسل کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اصل میں یہ فرق انسانوں کی پہچان وشناخت کا باعث ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (۱۴) (لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے امدر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے)۔

انسانی وجود اور مسئلہ ارتقاء: (Evolution of Man)

انیسویں صدی کے آغاز میں انسانی وجود اور تخلیق کے متعلق ڈارون نے نیا نظریہ ''نظریہ

ارتقاء'' پیش کیا۔ اس موضوع پر انیسویں اور بیسویں صدی میں قدامت پرستوں اور تجدد پسندوں کے درمیان خوب معرکے ہوتے رہے (۱۵)۔

اس نظریہ کی رُو سے تمام حیوانات کا سلسلہ نسب اوپر جا کر آپس میں مل جاتا ہے جو بعد میں Divergent Evoluation کے تحت علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ نے انسانوں کو ترقی یافتہ حیوان قرار دے کر اس کے روحانی واخلاقی میلانات کو بے وزن بنا دیا۔ ڈارون کی ان بنیادوں پر بعد میں مختلف علوم کی تعمیر ہوتی رہی۔ بلکہ سارا دورِ تہذیب اسی سانچے میں ڈھل گیا۔ ڈھیروں لٹریچر اس نظریے کے حق میں فراہم کیا گیا، مگر دوسری طرف نظریہ ارتقاء کے خلاف جو لوگ دلائل لائے ان کے لیے اشاعتی وسائل زیادہ تر مسدود رہے۔ یہ ہے دورِ عقل پرستی کا تعصب، مگر اس کے باوجود کچھ لوگوں نے کام کیا اور وہ سامنے آ بھی گیا، نظریہ ارتقاء کی بنیادیں ہل گئیں بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بخیے اُدھڑ چکے ہیں۔

Remy Chauvin نے ایک مشہور ماہر حیاتیات کا یہ ریمارک ارتقاء کے متعلق پیش کیا ہے۔ ''ارتقاء کے متعلق تمام نظریات بوڑھی عورتوں کے محض قصے ہیں جن کو ماننے کا لوگ جھوٹا مظاہرہ کرتے ہیں'' (۱٦)۔

حق تو یہ ہے کہ اس مسئلے پر سائنسدانوں پر سکتہ طاری ہے ان میں سے بعض تو ان کو قائم رکھنے کے لیے فریب اور دھوکہ دہی پر اتر آئے ہیں۔ حالانکہ اب تک عوام یہی خیال کرتے تھے کہ سائنس دان چاہے غلط نظریے اخذ کریں لیکن تحقیقات میں ہمیشہ ایمان داری برتتے ہیں۔ مگر ارتقاء کے مسئلے میں ان کی یہ روایتی ایمان داری بھی مشکوک ہو گئی ہے۔ جعلی ثبوت تیار کرنے کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں ان سب کا ذکر کرنا تو مشکل ہے البتہ ایک واقعے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بیل اینڈ ہائیجر (Beal and Hoijer) فلورین ٹیسٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس ٹیسٹ سے بہت سے دعوؤں کو غلط ثابت کیا جا چکا ہے جس میں انسانی ہڈیوں کا تعلق قدیم جانوروں کی ہڈیوں سے پیدا کیا جاتا تھا خاص کر اہم اور مشہور پلٹ ڈاؤن کے دریافت شدہ آدمی کے معاملے میں جو شروع سے آخر تک فراڈ اور فریب محض تھا (۱۷)۔

سپین میں کھدائیوں سے جو مطالعات سامنے آئے ہیں ان کی روشنی میں صاف کہا گیا ہے کہ تیس ہزار سال پہلے کی جو لاشیں یا متحجر ڈھانچے Fossil ملے ہیں ان سے صاف طور پر ثابت ہو گیا

ہے کہ پتھر کے زمانے کا انسان بھی بالکل ہماری طرح کا تھا۔ اور اس میں بن مانس (APE) یا بے دم کے بندر کی طرح کی کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی (۱۸)۔ بعض دوسرے غیر متعصب سائنسدانوں کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیے ''Careux'' لکھتا ہے۔

''لیکن عجیب بات یہ ہے کہ نظریہ ارتقاء کے سب نتائج اس صورت میں ہی سچ اور صحیح بیٹھتے ہیں جب ہم یہ مان لیں کہ کوئی ارتقاء نہیں ہوا بلکہ باری باری سے الگ الگ چیزوں کی تخلیق ہوئی ہے۔ اور ان تخلیقات کا آپس میں کوئی دور کا رشتہ بھی نہیں۔ پس جب صورت حال یوں ہے تو ہر ایک اپنے من پسند نظریہ کو اختیار کرنے میں آزاد ہے'' (۱۹)۔

50 ممتاز سائنسدانوں نے یونائٹڈ نیشنز کے تحت مذاکرہ میں اعلان کیا کہ موجودہ انسان یعنی Homo sapien کم از کم ساٹھ ہزار سال قبل بھی اس دنیا میں پایا جاتا تھا (اس موقع پر یہ بھی کہا گیا Neanothalman جسے سلسلہ ارتقاء کی ایک کڑی قرار دیا جاتا ہے) موجودہ انسان کا جد امجد نہیں (۲۰)۔

کچھ عرصہ پہلے یہ نظریہ بھی سامنے آچکا ہے اور اس کا اجمالی تعارف نیویارک ٹائمز میں کرایا گیا تھا کہ زندگی رکھنے والا اولین سالمہ یا تخمِ حیات کرّہ زمین پر تشکیل پذیر نہیں ہوا بلکہ کسی بیرونی سیارے سے خلا کو پار کر کے پہنچا ہے۔ جب ابتدائے حیات کے قیاسات کا اختلاف یہاں تک پہنچتا ہے ہو تو عقل کے نام سے نظریہ ارتقاء پر اندھا ایمان رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک اور نقطہ نظریہ بھی ہے کہ دوسرے سیاروں کی عقل سے آراستہ اور زیادہ صلاحیتیں رکھنے والی مخلوق زمین پر رہ چکی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں انسانوں سے پہلے جنوں کے وجود کا ذکر ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنَ (۲۱) (ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا اور اُس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے)۔ تاہم جو سائنس دان اب بھی ارتقاء کو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی ڈارون کے نظریے کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ ان میں اب یہ نظریہ مقبول ہے کہ جو ارتقاء بھی ہے وہ تغیرات (Mutation) کی صورت میں ہوا ہے۔ پس بقول ٹیلر A.E ڈارون کا نظریہ اب نیست و نابود ہو چکا ہے (۲۲)۔

اسلام کا نظریہ تخلیق انسانی:

اب ہم اسلام کے دو اساسی ماخذ (قرآن وحدیث) کے حوالے سے انسان کی تخلیق کے

بارے میں اسلامی تصور کا جائزہ لیتے ہیں یعنی قرآن وحدیث حضرت انسان کے بارے میں کیا تصور پیش کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ غیر مسلم سائنسدان اور ماہرین بھی قرآنی تصور انسان اور احادیث نبویہ کے مبارک الفاظ کی تصدیق کررہے ہیں اگرچہ قرآن وحدیث ان کی شہادت کے محتاج نہیں۔

معروف فرانسیسی ماہر طبیعیات اور سائنس دان موریس بوکائیے (MauriceBucaille) نے 1976ء میں یہ بات کہی کہ قرآن مجید اوراحادیث نبویہ اور جدید سائنس کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہے(۲۳)۔

قرآن کی مہیا کردہ معلومات کے بارے میں بکائے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Statements in Quran which often appear to be commonplace, but which conceal data that science was later to bring to light(24).

(ایک طرف قرآن مجید کے بیانات جواکثر عام باتیں معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان میں وہ معلومات پنہاں ہیں، جوآئندہ چل کر سائنس منصۂ شہود پر لانے والی تھی)۔

ایک جگہ وہ لکھتا ہے:

In consequence, it is difficult not to be struck by the agreement between the text of the Quran and the scientific knowledge we posses today of these phenomena(25).

(اس بات پر حیرت زدہ رہ جانا کوئی مشکل کام نہیں۔جب قرآن کے متن اور سائنس کی دی ہوئی معلومات کے درمیان مطابقت دکھائی دیتی ہے جوان واقعات کے بارے میں آج ہمیں حاصل ہے)۔

ماہرجنینیات(Embryologist)ورطہ حیرت میں ہیں کہ قرآن جوآج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا اور آپ ﷺ کی احادیث میں جنین کی افزائش سے متعلق مرحلہ وار تمام معلومات

کیسے فراہم کردی گئی ہیں۔

Embrythogist will be surprised to find in the Quranic text, revealed to Prophet Muhammad (peace be upon him) 1400 years agoand in His hadith, information on thestages of development of the embryo(26).

جنین مادر رحم میں اپنی منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے جن متواتر تبدیلیوں سے ہو کر گذرتا ہے۔ قرآن کریم اس سلسلہ میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

یـایهـا الانسـان مـا غرّك بربّك الكريم الّذى خلقك فسوّك فعدلك فى أى صـورـة مّا شآء ركبك (۲۷)(اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نک سک سے درست کیا تجھے مناسب حالت میں بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا)۔

مزیدارشادفرمایا: لقد خلقنا الانسان فى احسن تقويم (۲۸)(بے شک ہم نے انسان کو عمدہ قالب میں پیدا کیا)۔

انسان کے احسن تقویم کی شان کے ساتھ منصہ خلق پر جلوہ گر ہونے سے پہلے اس کی زندگی ایک ارتقائی دور سے گذر رہی ہے۔ یہی اس کے کیمیائی ارتقاء(**Chemical Evolution**) کا دور ہے۔ یہ حقائق آج صدیوں بعد سائنس کو معلوم ہو رہے ہیں۔ جبکہ قرآن انہیں چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء کم و بیش سات مرحلوں سے گذر کر تکمیل پذیر ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ تراب: **(Inorganic Matter)**

هـو الّـذى خـلقكم من تراب (۲۹)(وہی ہے جس نے تمھیں مٹی یعنی غیر نامی مادے سے پیدا کیا)۔

۲۔ ماء: **(Water)**

وهـو الّـذى خـلـق مـن المـاء بشرا (۳۰)(اور وہی ہے جس نے آدمی کی تخلیق پانی سے کی)۔

وجعلنا من الماء کل شیء حی افلا یؤمنون (۳۱)(اور ہم نے ہر جاندار کو پانی کے ذریعہ تخلیق کیا۔کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے)۔

۳۔ طین: (Clay)

ھو الّذی خلقکم من طین (۳۲)(وہی ہے جس نے تمھیں گارے سے بنایا)۔

الطین: التراب الذی یجبل بالماء (۳۳)(طین سے مراد وہ مٹی ہے جو پانی کے ساتھ گوندھی گئی ہو اس حالت کو گارا کہتے ہیں)۔

۴- طین لازب: (Adsorptive Clay)

انا خلقناھم من طین لآزب (۳۴)(بے شک ہم نے انہیں چپکتے گارے سے بنایا)۔

یہ وہ حالت ہے جب گارا قدرے سخت ہو کر چپکنے لگتا ہے۔

اذ زال عنہ (الطین) قوۃ الماء فھو طین لازب (جب گارے سے پانی کی سیلانیت زائل ہو جائے تو اسے طین لازب کہتے ہیں)۔

۵۔ صلصال من حما مسنون: (Old, Physically and Chemically Altered Mud)

"ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون" (۳۵)(اور بے شک ہم نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے بنایا جو ایک سیاہ بودار گارا تھی)۔

''تردد الصوت من الشیء الیابس سمی الطین الجاف صلصالا" (۳۶)(خشک چیز سے پیدا ہونے والی آواز کا تردد یعنی کھنکنانا۔اسی لئے خشک مٹی کو صلصال کہتے ہیں کیونکہ یہ بجتی اور آواز دیتی ہے)۔

"الصلصال: الطین الیابس الذی یصل من یبسہ ای بصوت" (۳۷)(صلصال سے مراد خشک مٹی ہے جو اپنی خشکی کی وجہ سے بجتی ہے یعنی آواز دیتی ہے)۔

۶- صلصال کالفخار: (Dried and Highly pured Clay)

''خلق الانسان من صلصال کالفخّار" (۳۸)(اس نے انسان کو ٹھیکری جیسی خشک پکی مٹی سے پیدا کیا)۔

جب تپانے اور پکانے کا عمل مکمل ہوتا ہے تو گارا پک کر خشک ہو جاتا ہے۔اس کیفیت کو

اعضاء درست کیے)۔

قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر انسانی پیدائش کے مختلف احوال و مراتب پر توجہ دلائی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور بعث بعد الموت کے وقوع پر استشہاد کیا ہے یہ مراتب تطور چھ (۶) ہیں۔

"ولقد خلقنا الانسان من سللةٍ من طين ثم جعلنه نطفة فی قرار مكين. ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظم لحما ثم انشأنه خلقاً اخر متبارك الله احسن الخالقين" (۴۵) (ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر)۔

قرآن مجید اعضائے رئیسہ کی اشکال کو بھی بیان کرتا ہے:

"وجعل لكم السمع والابصار والافئدة" (۴۶) (اور تم کو کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیے)۔

جنسی اعضاء کی تشکیل کا ذکر قرآن مجید نے اس طرح کیا ہے:

"وانه خلق الزوجين الذكر والانثى من نطفة اذا تمنى" (۴۷) (اور اس نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے)۔

"والله خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم جعلكم ازواجاً" (۴۸) (اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر تمہارے جوڑے بنا دیے یعنی مرد اور عورت)۔

"فجعل منه الزوجين الذكر والانثى" (۴۹) (پھر اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائی)۔

"ونقرّ فی الارحام ما نشاء الی اجلٍ مسمی" (۵۰) (ہم جس نطفہ کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرا لیتے ہیں)۔

۱۔ نطفہ کی حالت جب قرار مکین میں ہوتا ہے (Spermatic Liquid of (Sperm

۲۔ علقہ کی حالت (Hanging Mass Clinging to the

کالفخار سے تعبیر کیا گیا ہے:

۱۔ ٹھیکرے کی طرح پک کر خشک ہو جانا۔

۲۔ کثافتوں سے پاک ہو کر نہایت لطیف اور عمدہ حالت میں آ جانا۔

۷۔ سلالۃ من طین: (Extrect of Purified Clay)

"ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین" (۳۹) (اور بے شک ہم نے انسان کو مصفٰی (چنے ہوئے) گارے سے بنایا)۔

مندرجہ بالا مدارج سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تخلیق انسانی کے آغاز کے لیے خمیر بشریت اپنے کیمیائی ارتقاء کے کن کن مراحل سے گذرا، اپنی صفائی اور نظافت کے آخری منزل کو پانے کے لیے، کن کن تغیرات سے نبرد آزما ہوا اور بالآخر کس طرح اس لائق ہوا کہ اس نے حضرت انسان کا بشری پیکر تخلیق کیا جائے۔

قرآنی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحلہ تقدیری رحم مادر کے اندر مزید تین قسم کی تفصیلات ہیں:

رحم کے اندر بیضے کا استقرار بالوں کے بڑھنے اور بیضہ کے واقعتاً لمبا ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو مٹی کے اندر جڑوں کی طرح رحم کی دبازت سے وہ غذا حاصل کرتا ہے۔ جو بیضہ کی بالیدگی کے لیے ضروری ہے۔ اس تشکیل کو لغوی طور پر بیضے کے رحم کے ساتھ جمے ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دورِ جدید کی ایک دریافت ہے۔ جمے ہونے کے عمل کو قرآن میں پانچ مختلف مواقع پر بیان کیا گیا ہے:

۱۔ اقرا باسم ربك الّذی خلق۔ خلق الانسان من علق (۴۰) (پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کو)۔

۲۔ "فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة" (۴۱) (ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر کسی جمی ہوئی چیز لوتھڑے سے پیدا کیا)۔

۳۔ "ثم خلقنا النطفة علقة" (۴۲) (پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی)۔

۴۔ "هو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة" (۴۳) (وہی تو ہے جس نے ہم کو پیدا کیا مٹی سے، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے)۔

۵۔ الم یك نطفة من منی یمنی، ثم کان علقة فخلق فسوی (۴۴) (کیا وہ حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو رحم مادر میں ٹپکایا جاتا ہے پھر وہ ایک لوتھڑا بنا پھر اس نے اس کا جسم بنایا اور اس کے

(Endometrium of the Uteruis

۳۔ مضغہ کی حالت (Chewed Lump of Chewed Substance)

۴۔ مضغہ عظاما۔ گوشت کی ہڈی (Skeletal System)

۵۔ کسونا العظام لحما۔ ہڈیوں پر گوشت (Muscular System)

۶۔ خلق آخر (New Creation)

"ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون" (۵۱) (پھر اس نے اعضاء جسمانی کے تناسب کو درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے جان پھونکی اور تمھارے لئے کان اور آنکھیں بنائیں اور سوچنے سمجھنے کے لیے دماغ مگر تم کم ہی ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہو)۔

تمام حیوانات کی طرح انسان کی پیدائش بھی ایک بیضہ سے ہوتی ہے۔ جسے اصطلاح میں Ovum کہتے ہیں۔ یعنی خلیہ تخم، Cell، یہ خلیہ تخم جنس اناث میں بھی پیدا ہوتا ہے اور جنس رجال میں بھی۔ "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وبث منهما رجالا كثيرا ونساء" (۵۲) (لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیے)۔

جب جنس رجال کے خلیات تخم جنس اناث کے بیضہ میں پہنچ جاتے ہیں یہ خلیہ تخم ایک بہت ہی دقیق ذرہ کا سا حجم رکھتا ہے یعنی اس کا قطر ایک انچ ۱/۱۲۰ (ایک سو بیسواں) حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہوتا ہے یہ خلیہ زندگی اور وجود کا اصل تخم ہے۔ پھر اسی خلیہ سے اس کا جوڑا پھوٹ کر دو خلیے بن جاتے ہیں (۵۳)۔

۱۔ پہلا درجہ وہ ہے جس میں خلیہ تخم کی حالت ٹھیک ٹھیک ویسی ہوتی ہے۔ جیسی تمام نباتات اور حیوانات کی گویا اس ابتدائی درجہ میں ایک انسان کا جنین بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ایک درخت، ایک مچھلی اور چارپائے کا یا ایک پرندے کا۔ یہ حالت نطفہ کی ابتدائی حالت ہے۔

"انا خلقنا الانسان من نطفہ امشاج" (۵۴) (بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا)۔

ایک مرتبہ ایک یہودی نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا:

"یا محمد کیف یخلق الانسان، قال رسول اللہ ﷺ من کل یخلق من

نطفة الرجل ومن نطفة المراة" (۵۵) (اے محمدؐ انسان کیسے تخلیق ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: کہ مرد اور عورت کے نطفہ سے)۔

۲۔ خلیات کا کروی مجموعہ مزید ایک درجہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس درجہ میں پہلا امتیاز نمایاں رہتا ہے یعنی اب جنین نباتات کے دائرہ سے بلند ہو کر صرف حیوانات کے دائرہ کی چیز بن جاتا ہے۔ ہم تمام حیوانات کا جنین ایسا ہی پاتے ہیں مگر نباتات کا نہیں۔ یہ حالت دو ہفتہ کے اندر طاری ہو جاتی ہے۔

اس درجہ کو علقہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ علقہ کی تعبیر اس درجہ کے لیے ہر اعتبار سے اتنی صاف اور حسین تعبیر ہے۔ "خلق الانسان من علق" (۵۶)۔

۳۔ اس کے بعد تیسرا درجہ مضغہ ہے۔ جس میں جنین بوٹی کی مانند بن جاتا ہے۔ اور چونکہ یہی مرتبہ ہے جس میں ارتسام وانقسام اعضاء کی داغ بیل پڑتی ہے۔ اس لیے سورۃ "الحج" میں مخلقه وغیر مخلقه بیان ہوا ہے (۵۷) یعنی یہی مضغہ کا وہ درجہ ہے۔ جس میں یا تو داغ بیل پڑ جاتی ہے یا بگڑ کے رہ جاتا ہے۔

۴۔ چوتھا درجہ جس میں اس مضغہ میں ریڑھ کی ہڈی کا ڈھانچا نشو و نما پانے لگتا ہے اور ایک ایسا ہیکل نمایاں ہو جاتا ہے (جسے مچھلی سے مشابہ کہا گیا ہے۔ فخلقنا المضغة عظاما)۔

۵۔ اس کے بعد ہڈیوں اور گوشت پوست کا التحاف تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اور ایک حیوانی صورت متشکل ہو کر نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس کو فکسونا العظام لحما کہا گیا۔

لیکن اب جو صورت بنتی ہے وہ کیا انسان کی صورت ہوتی ہے، نہیں بلکہ تمام حیوانات لبونہ کی مشترک صورت ہوتی ہے وہ ترقی بھی کرتی ہے تو زر کی صورت لیکن اس کے بعد نقاش قدرت کی دستکاری اچانک ایک نیا انقلاب اور تحول پیدا کرتی ہے وہی جنین جو محض مضغہ تھا جو مچھلی کی طرح ایک ڈھانچہ تھا۔ جس نے عام حیوانی ہیکل کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اچانک انسانی جسم وصورت کی ساری خصوصیتیں اور رعنائیاں پیدا کر لیتا ہے۔

قرآن مجید نے ان تمام مراحل کا ذکر ان آیات میں اس طرح فرمایا ہے جن سے گذر کر جنین کی نشو و نما مکمل ہوتی ہے۔ "یا ایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغیر مُخلقة لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی أجل مسمی ثم نخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم

شیئا" (۵۸) (اے لوگو: اگر تم دوبارہ جی اٹھنے کی طرف سے شک میں ہو تو اس میں غور کرو کہ ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت سے کہ بعض پوری ہوتی ہیں اور بعض ادھوری، تا کہ ہم تمھارا حساب لیں اور اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ ایک مقررہ مدت تک پھر ہم تمھیں بچہ بنا کر (پیٹ سے باہر) لاتے ہیں تا کہ تم بھر پور جوانی تک پہنچ جاؤ۔ اور تم میں سے وہ بھی ہیں جو مر جاتے ہیں اور تم میں وہ بھی ہیں جنہیں نکمی عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ جس سے وہ ایک چیز سے باخبر ہو کر بے خبر ہو جاتے ہیں)۔

"ولقد خلقنکم ثم صوّرنکم" (۵۹) (اور ہم نے تمھاری تخلیق کی ابتداء کی پھر تمھاری صورت بنائی)۔ اس آیت کی تفسیر میں سید قطب شھید فرماتے ہیں۔

خلق کے معنی وجود میں لانے کے ہیں اور تصویر کے معنی صورت اور خصوصیات عطا کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ دونوں اٹھان کے درجے ہیں نہ کہ مرحلے۔ کیونکہ "ثم" کبھی زمانی ترتیب کی بجائے معنوی ترقی ظاہر کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ صورت گری کا عمل مجرد وجود سے۔ اونچا مرتبہ رکھتا ہے کیونکہ خام مادہ بھی وجود رکھتا ہے لیکن صورت گری جس کے معنی انسانی شکل و صورت اور خصوصیات عطا کرنے کے ہیں وجود کے مدارج سے بلند تر درجہ ظاہر کرتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو صرف وجود نہیں بخشا بلکہ اسے ترقی پذیر خصوصیات کا حامل وجود بنایا (۶۰)۔

صادق و مصدوق حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ارشادات عالیہ سے بھی جنین کے ان مختلف مراحل کا پتہ چلتا ہے۔

"عن حذیفه بن اسید الغفاری قال انی سمعت رسول الله ﷺ یقول اذا مر بالنطفة ثنتان واربعون لیلة بعث الله الیها ملکاً فصورها وخلق سمعها وابصارها وجلدها ولحمها وعظمها ثم قال یا رب أذ کرام انثی فیقضی ربك ما شاء ویکتب ملك ثم یقول یا رب أجله فیقول ربك ما شاء ویکتب لملك ثم یقول یا رب رزقه فیقضی ربك ما شاء ویکتب الملك ثم یخرج الملك بالصحیفة فی یده فلا یزید علی امر ولا ینقص" (۶۱) (حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے جب نطفہ پر چالیس راتیں گذر جاتی ہیں تو اللہ اس پر ایک فرشتے کو بھیجتا ہے۔ جو اس کی صورت اور کان اور آنکھ کھال گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے۔ پھر عرض کرتا

ہے اے میرے پروردگار یہ مرد ہے یا عورت پھر جو مرضی الٰہی ہوتی ہے وہ فرماتا ہے فرشتہ لکھ دیتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے اے میرے پروردگار اس کی عمر کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور فرشتہ وہ لکھدیتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار اس کی روزی کیا ہے۔ چنانچہ پروردگار جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے۔ اور پھر وہ فرشتہ وہ کتاب اپنے ہاتھ میں لیکر باہر نکلتا ہے۔ جس میں کسی بات کی کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی)۔

ایک اور روایت میں یہی مضمون ان الفاظ میں وارد ہوا ہے:

''عن عبداللہ بن مسعود قال حدثنا رسول اللہ ﷺ وھو الصادق والمصدوق ان احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ ملکا فیومر باربع رزقہ واجلہ وشقی وسعید'' (۶۲) (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس طرح ہوتی ہے کہ وہ چالیس دن کے لئے ماں کے پیٹ نطفے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر جما ہوا خون ہو کر چالیس دن رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ کو بھیج کر اس میں روح پھونکتے ہیں اور چار چیزوں کا اس کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ اس کی روزی اس کی عمر، اس کے اعمال، اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا)۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور جنس انسان کی اٹھان کے سلسلہ میں قرآن کے تمام نصوص اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس مخلوق کو اس کی انسانی خصوصیات اور اس کا منفرد کردار عطا کرنے کا کام اس کی تخلیق کے ساتھ ہی انجام پایا تھا انسانی تاریخ میں ترقی ان خصوصیات کے ظہور و ارتقاء ان میں مہارت اور ان کے معیار میں بلندی حاصل کرنے کے اعتبار سے ہوئی ہے۔ انسان کے وجود میں ترقی نہیں عمل میں آئی ہے کہ ایک نوع سے ترقی کر کے دوسری نوع بن جانے کے مسلسل عمل سے انسان وجود میں آیا ہو۔ جیسا کہ ڈارونیت کا کہنا ہے: نشوو ارتقاء کے نظریے کا زمین کی کھدائی سے برآمد ہونے والی چیزوں کے بھروسے پر یہ کہنا کہ حیوانات میں ایک دوسرے سے ترقی یافتہ مراحل رہے ہیں۔ جن کے درمیان زمانی ترتیب پائی گئی ہے۔ محض ایک ظنی نظریہ ہے، یقینی امر نہیں۔ کیونکہ طبقات الارض میں چٹانوں کی عمروں کی تعین خود ایک ظنی امر ہے۔

ان چٹانوں کی قسموں اور تہوں کی بنا پر صرف یہ کہا جا سکتا ہے جن میں وہ پائی گئی ہیں، صرف اتنا ثابت کر سکتی ہیں کہ زمانی اعتبار سے بعد میں پائی جانے والی نوع پہلے پائی جانے والی نوع سے

زیادہ ترقی یافتہ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت زمین میں جو حالات پائے جاتے تھے وہ اس نوع کے لیے سازگار تھے: پھر جب حالات بدل گئے تو ایک دوسری نوع کے ظہور کے لیے سازگار ہو گئے۔ چنانچہ یہ دوسری نوع ظاہر ہوئی اور حالات کی تبدیلی اس پہلی نوع کے خاتمہ کا سبب بنی جو اس سے پہلے مختلف حالات میں پائی گئی تھی۔

اس توجیہہ کی روشنی میں نوع انسانی کا آغاز دوسری انواع سے آزادانہ قرار پائے گا۔ جو اس زمانہ میں واقع ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوا کہ اب زمین کے حالات ایسے ہو چکے ہیں کہ وہ اس مخصوص نوع کے وجود میں آنے اور پروان چڑھنے کے لیے سازگار ہیں۔ انسان کے ظہور کے بارے میں قرآن کریم کے نصوص بحیثیت مجموعی اسی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔

انسان حیاتیاتی، عضویاتی، عقلی اور روحانی اعتبار سے اتنا منفرد ہے کہ جدید ڈارونیت کے علمبرداروں (New-Darwinians) جن میں خدا کے بالکل انکار کرنے والے بھی شامل ہیں۔ خود کو اس انفرادیت کے اعتراف پر مجبور پایا ہے۔ پھر اس رائے کے حق میں ایک دلیل یہ ہے کہ انسان کی اٹھان مستقل بالذات رہی ہے۔ جسمانی ارتقاء کے ذریعے دوسری انواع میں شمولیت یا اشتراک کبھی نہیں پایا گیا۔

سورۃ اعراف رکوع ۲ کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فی ظلال القرآن کا مصنف لکھتا ہے "یہ منفرد مخلوق جس کے بارے میں قرآن کے تمام نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ہم قطعیت اختیار نہیں کرتے کہ اس کا ظہور آزادانہ ہوا ہے۔ اس کے ظہور کا اعلان ایک ایسی کائناتی مجلس میں کیا گیا جس میں ملاء اعلیٰ حاضر تھے)(۶۳)۔

قرآن اور احادیث میں جنین کی جو مرحلہ وار تکمیل بیان ہوئی ہے۔ جدید میڈیکل سائنس، جدید آلات اور طاقت ور خوردبینوں کے ذریعے اس کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اور عالم سائنس حیران ہے کہ اس کا علم حضور ﷺ کو آج سے چودہ سو سال پہلے کیسے ہو گیا؟

پروفیسر ڈاکٹر کیتھ ایل مور (Prof. Dr. Keth L. Moore) جو کہ جنیات اور علم التشریح للاعضاء کے مایہ ناز سائنسدان ہیں۔ فیکلٹی آف میڈیسن میں پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ علم جنینات کے اعزازی پروفیسر بھی ہیں۔ اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں۔

It has been a great pleasure for me to help clarify statement in the Quran about human development. It is

clear to me that these statements must have come to Muhammad from God. Because almost all of this knowledge was not discovered until many centuries later. This proves to me that Muhammad must have beenmessenger of God(64).

(یہ میرے لئے نہایت خوشی کا موقع ہے کہ میں انسانی نشو ونما سے متعلق قرآن مجید کے بیانات کو واضح کرنے میں مدد کروں۔ یہ بات مجھ پر عیاں ہے کہ یہ بیانات محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام معلومات چند صدیاں پہلے تک بھی دریافت نہیں ہوئی تھیں اس سے یہ بات مجھ پر ثابت ہو جاتی ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں)۔

پروفیسر ڈاکٹر ای مارشل جانسن **Prof. Dr. E. Marshal Johnson**

تھامس جیفرن یونیورسٹی فلاڈیلفیا، پنسلوینیا امریکہ میں ایک سینئر پروفیسر تشریح الاعضاء اور حیاتیاتی نشو ونما(**Anatomy, Developmental Biology**)کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ موصوف علم خوارق و عجوبیات سوسائٹی کے صدر بھی رہے ہیں اور دو سو سے زائد کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ جب پروفیسر مذکور نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جنین کے مختلف مراحل قبل از ولادت اور افزائش کے متعلق ذکر سنا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور فوری طور پر یہ کلمات کہنے پر مجبور ہو گئے **"No, No, No, what kind of talk is that"** نہیں، نہیں یہ کس قسم کی گفتگو ہے۔

وہ حیران ہوا کہ سائنس دانوں نے تو انیسویں صدی میں یہ دریافت کیا کہ انسانی جنین مختلف تسلسل کے ساتھ وقوع پذیر ہوتا ہے جبکہ یہ اطلاع قرآن و حدیث میں سالہا سال پہلے دے دی گئی ہے۔

جب اسے قران مجید کی یہ آیات سمجھائی گئیں۔ ''ما لکم لا ترجون للہ وقارا وقد خلقکم اطوارًا" (۶۵) (کیا ہوا ہے کہ تم کیوں امید نہیں رکھتے اللہ سے بڑائی کی اور اس نے تم کو بنایا طرح طرح سے)۔

''یخلقکم فی بطون امھتکم خلقا من بعد خلقٍ فی ظلمات ثلث" (۶۶) (بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں ایک طرح پر دوسری طرح کے پیچھے تین اندھیروں

میں)۔

یہ سنتے ہی پروفیسر ورطہ حیرت میں پڑ گئے اور بعد میں انہوں نے قرآن کے اس غیبی مراحل (رحم مادر میں) بچے (Fetus) کے بیرونی تشکیل (Enternal form) کی وضاحت بلکہ اندرونی مدارج (Internal stages) اور اس کی تخلیق اور افزائش کے بارے میں یہ الفاظ کہے۔

As an scientist, I can deal with things which I can specifically see, I can understand the words that are translated to me from the Quran. As I gave the example before. If I were transpore myself into that era, knowing that I knew today in describing things, I could not describe the things which were described. I see no evidence for the reputation of the concept that this individual, Muhammad, had to be developing this information from some place. So I see intervention was involved in what has was able to write"This is a truth"(67).

(بحیثیت ایک سائنسدان کے میں صرف ان چیزوں کے ساتھ کوئی معاملہ کرتا ہوں جن کو میں خصوصیت سے دیکھ سکتا ہوں۔ قرآن مجید سے ان الفاظ کو سمجھ سکتا ہوں جن کا ترجمہ میں نے دیکھا ہے۔ جیسا کہ میں نے مثال بیان کی ہے۔ اگر میں خود کو ان چیزوں کی تشریحات وتوضیحات کے ساتھ اس زمانے میں لے جاؤں جو آج میں جانتا ہوں اور جن کی وضاحت ہو چکی ہے تو میں ان اشیاء کی وضاحت نہیں کر پاؤں گا۔ محمد ﷺ نے جہاں سے یہ اطلاعات حاصل کی ہیں۔ میں ان کے ابطال و استرداد کی کوئی گنجائش نہیں جانتا۔ اس تصور کو قائم کرنے میں کوئی تصادم نہیں کہ جو کچھ انہوں نے لکھا وہ وحی الٰہی ہے۔ ہاں یہ وحی ہی تو ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان کے لیے اور ہم جیسے سائنسدانوں کے لیے ایک زندہ مثال ہے)۔

موریس بکائے لکھتا ہے۔

Once the embryo begins to be observable to the naked eye. It looks like a small mass of flesh at the centre of the which the appearance of a human being is at first indistinguishable. It grows there in progressive stages which were very well known today; the nervous, system, the circulation, and the viscerea, etc.(68).

(جب ایک مرتبہ جنین خالی آنکھ سے نظر آنے لگے تو وہ گوشت کی ایک چھوٹی سی بوٹی کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ جس کے مرکز پر شروع شروع میں انسانی شبیہ نا قابل شناخت ہوتی ہے۔ وہاں یہ مختلف اور ترقی یافتہ مدارج سے گذرتی ہے جس کے متعلق آج کل بخوبی علم و واقفیت ہے وہ بڑھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بنتی ہے۔ اس پر عضلات چڑھتے ہیں اعصابی نظام قائم ہوتی ہے پھر دوران خون اور احشاء وغیرہ کی تخلیق ہوتی ہے)۔

مقالہ میں لکھی گئی آیات کے مطابق یہ اللہ کا وعدہ تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ نشانیاں دریافت ہوتی جائیں گی جو کہ ثابت کردیں گی کہ قرآن مجید اللہ رب العزت کی کتاب ہے۔

قرآن مجید جنین کے تین اندھیروں کے حجاب کا ذکر بھی کرتا ہے۔ Three veils of darkness

جیسا کہ اوپر سورۃ الزمر آیت نمبر ٦ کے حوالہ سے بات ہوئی۔ ڈاکٹر کیتھ ایل موراس بات پر حیران ہے کہ یہ تین حجاب یا ظلمات حضرت محمد ﷺ کو سائنسی آلات اور ایجادات کے بغیر کیسے معلوم ہو گئے۔ جو جدید سائنس آج دریافت کررہی ہے وہ تین حجابات یعنی

۱۔ مادری شکمی دیوار The Meternal Anterior Abdominal wall.

۲۔ رحمی دیوار The Uterine wall.

۳۔ غلاف جنین جھلی The Amniochotionic membrance.

ڈاکٹر مور نے مزید بتایا کہ یہ قرآنی تقسیم نہایت قابل فہم، قابل عمل اور اعلیٰ سائنسی صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے(٦٩)۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کی حکمت کا جس کی یہ سائنسی ترقی اور اس کے

انکشافات قرآن مجید احادیث نبویہ اور سیدنا محمد ﷺ کی صداقت وحقانیت پر دلائل دے رہی ہیں۔ زمانے کی رفتار اور علوم کی ترقی کے باوجود سائنسی دریافتیں ان کی تصدیق کر رہی ہیں نفی نہیں: آخر میں بوکائے کے اس تبصرہ کا ذکر ضروری ہے جس میں اس نے قرآن کی استنادی حیثیت اور اس کی فراہم کردہ معلومات پر گفتگو کی ہے:

In view of the level of knowledge in Muhammad's day, it is inconceiveable that many of the statements in the Quran which are connected with science could have been the work of a man. It is moreover, perfectly legitimate, not only to regard the Quran as the expression of revelation, but also toaward it a very special place on account of the guarantee of authenticity it provides and the presence in it of scientific statements which, when studied today, appear as a challenge to explanation in human terms(70).

(حضرت محمد ﷺ کے زمانہ کی معلومات کی نوعیت کو دیکھیں تو یہ بات نا قابل تصور لگتی ہے کہ قرآن کے بہت سے بیانات جو سائنس سے متعلق ہیں، کسی بشر کا کام ہو سکتے ہیں، اس لیے یہ بات مکمل طور پر صحیح ہے کہ قرآن کو وحی آسمانی کا اظہار سمجھا جائے لیکن ساتھ ہی اس استناد کی وجہ سے جو اس سے فراہم ہوتی ہیں اور ان سائنسی بیانات کی وجہ سے جن کا مطالعہ کرنا بنی نوع انسان کے لیے آج بھی ایک چیلنج ہے۔ قرآن کو ایک انتہائی خصوصی مقام حاصل ہے۔ اس کو کسی انسان نے خود تصنیف نہیں کیا)۔

حوالہ جات

۱۔ قرآن مجید،حم سجدہ:۵۳۔

۲۔ ابن خلدون،مقدمہ جلد نمبر۲ باب ششم۔

۳۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینز کا مقالہ سائنس،ج ۲۰،ص ۱۱۴۔

۴۔ جیمز بی کانٹ،سائنس اور عقل سلیم،مترجم غلام رسول مہر (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور) ص ۵۰۔

۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز،مقالہ سائنس،ج ۳،ص ۵۹۱۔

۶۔ Dr.Maurice Bucailla,The Bible,The Quran and ciences(Human Reproduction)p.198.

۷۔ "The Bible,The Quran and Science(Evolution of the Embryo inside the uterus)p.205.

۸۔ ابوالکلام آزاد،ترجمان القرآن،۲/۵۴۱۔

۹۔ Dr. Maurice Bucailla, The Bible, The Quran and Science, P.207.

۱۰۔ ابوالکلام آزاد،ترجمان القرآن،۲/۵۴۱۔

۱۱۔ Encyclopaedia Americana History of Embryology,(Cherles.w Bodman university of washington U.S.A):vol.10,p.310

۱۲۔ ابوالکلام آزاد،ترجمان القرآن،۲/۵۴۱۔

۱۳۔ Darwin, origin of species by means of Natural Selection

۱۴۔ قرآن مجید،الحجرات:۱۳۔

۱۵۔ رابرٹ بی،ڈاؤنز،کتابیں جنہوں نے دنیا بدل ڈالی،ترجمہ غلام رسول مہر،شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور،ص 256۔

۱۶۔ Life living universe an encyclopedia of Biological science with an introduction by M.F. Perutz, C.B.E. F.R.S. Noble Prize winner p.37

۱۷۔ سیارہ ڈائجسٹ،قرآن نمبر،مقالہ ریاض الحسن نوری،قرآن اور عصری تحقیقات (ڈائجسٹ پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور،۱۷۶)

۱۸۔ Pakistan Times 18 Dec.1969

۱۹۔ Ralph-L. Beal & Harry Hoyjor, An Introduction to Anthropology, p.69

۲۰۔ Pakistan Times 11,Sep.1969

۲۱۔ قرآن مجید،الحجر،۲۶-۲۷۔

۲۲۔ A.E. Taylor, Plato, p.293.

۲۳۔ Dr. Maurice Bucailla "What is the origin of Man (seghers, paris,1982).p20

۲۴۔ " p.248.

۲۵۔ " p.203.

۲۶۔ Keith L.Moore, The developing Human (Dar,Al.Qiblah Jaddah 1983,3rd,ed)p.12

۲۷۔ قرآن مجید،الانفطار:۶-۸۔

۲۸۔ قرآن مجید،التین:۴۔

۲۹۔ قرآن مجید،المومن:۶۷۔

۳۰۔ قرآن مجید،الفرقان:۵۴۔

۳۱۔ قرآن مجید،الانبیاء:۳۰۔

۳۲۔ قرآن مجید،الانعام:۲۔

۳۳۔ المنجد۔

۳۴۔ قرآن مجید،الصافات:۱۱۔

۳۵۔ قرآن مجید،الحجر:۲۶۔

۳۶۔ المفردات۔

۳۷۔ المنجد۔

۳۸۔ قرآن مجید،الرحمان:۱۶۔

۳۹۔ قرآن مجید،المومنون:۱۲۔

۴۰۔ قرآن مجید،علق:۱-۲۔

۴۱- قرآن مجید،الحج:۵۔

۴۲- قرآن مجید،المؤمنون:۱۴۔

۴۳- قرآن مجید،غافر:۶۷(المومن بھی اس کا نام ہے)۔

۴۴- قرآن مجید،القیامۃ:۳۷-۳۸۔

۴۵- قرآن مجید،المومنون:۱۲تا۱۴۔

۴۶- قرآن مجید،السجدہ:۱۹۔

۴۷- قرآن مجید،النجم:۴۵-۴۶۔

۴۸- قرآن مجید،فاطر:۱۱۔

۴۹- قرآن مجید،القیامۃ:۳۹۔

۵۰- قرآن مجید،الحج:۵۔

۵۱- قرآن مجید،السجدہ:۹۔

۵۲- قرآن مجید،النساء:۱۔

۵۳- حافظ احمد یار،مضامین قرآن،مقالہ تخلیق انسانی(الائیڈ بک سنٹر لاہور،۱۹۹۹ء) ص ۸۵۔

۵۴- قرآن مجید،الدھر:۲۔

۵۵- احمد،المسند (دار الفکر،القاہرہ)۱/۴۶۵۔

۵۶- قرآن مجید،علق:۲۔

۵۷- قرآن مجید،الحج:۵۔

۵۸- قرآن مجید،الحج:۵۔

۵۹- قرآن مجید،الاعراف:۱۱۔

۶۰- سید محمد قطب شہید،فی ظلال القرآن(پانچواں ایڈیشن،دار الشروق بیروت،۱۹۸۵)۳/۱۳۶۔

۶۱- مسلم،الجامع الصحیح،باب القلا۶/۱۹۳-۱۹۴۔

۶۲- بخاری،الجامع الصحیح،باب القدر حدیث نمبر ۶۵۹۵۔

۶۳- فی ظلال القرآن،۳/۱۴۹۔

۶۴- Kelth.L.Moor, and Persuad, The Deve'oping human. p.9. 5th Ed.

۶۵۔ قرآن مجید،نوح:۱۳-۱۴۔

۶۶۔ قرآن مجید،الزمر:۶۔

۶۷- Prof. Dr. E. Marshall Johnson, This is a Truth, speech

۶۸- Buca, The 3ible, The Quran and Science, page 199.

۶۹- Keth l-Moore, The Deveoping Human (clinically oriented embryology), p.87.

۷۰- Dr. Maurice Bucailla,The Bible, The Quran and Science, p.251-252.